Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

سندھ کی افسانہ نگار خواتین کے افسانوں میں منفی کردار

شفقت آرا
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو ، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو
ڈاکٹر شذرہ حسین
ایسوسیئیٹ پروفیسر
شعبہ اردو ،سندھ یونی ورسٹی، جام شورو

Shafqat Ara
Ph.D. Scholar,
Department of Urdu, Sindh University, Jamshoro.
Dr. Shazra Hussain
Associate Professor,
Department of Urdu, Sindh University, Jamshoro.
shazra.shar@usindh.edu.pk

A review of negative characters
In the fictions of women fiction writers of Sindh

While searching for the negative role of female fiction writers of Sindh in real and conceptual sense, we cannot forget that the conceptual status of this word is colonized by the concepts and terms of western literature.

Character is part of fictional literature. A good novel and drama depends on how many living and dynamic characters there are. A character's importance depends on their actions, according to Syed Abid Ali, the distribution of characters is dynamic and static, by the way, a character has its own place in the story but some characters are bad and good, good and bad. And in the form of negativity, values are reached by passing through the layers. There are many types of characters and each character has different attributes and different weaknesses. Most of the characters have good thinking and good nature in which it is important that now we will review the negative characters in some selected fiction writers. Those who belongs to Sindh and the negative characters in their fictions have influences in fiction, all the fiction writers of Sindh are the fictions of the highest rank in Urdu literature, including Zahida Hina, Shahnaz Shoro, Raees

Fatima, Shamim. The names of Anjum, Dr. Safia Bano are on the top list -

Keywords: Negative role, Zahida Hina, Shahnaz Shoro, Safia Bano. Sindh.

کردار کے حقیقی اور اصطلاحی معنوں کو تلاش کرتے ہوئے ہم یہ فراموش نہیں کر سکتے کہ اس لفظ کی اصطلاحی حیثیت مغربی ادب کے تصورات و مصطلحات سے مستعار ہے۔افسانوی ادب سے متعلق جتنی باتیں ہم نے مغرب سے اخذ کیں ان میں کردار کی اصطلاح بھی شامل ہے جو انگریزی لفظ کیریکٹر کا بدل ہے۔اس کے معنی ہیں نقش کرنا یا کندہ کرنا۔یوں تو افسانوی کردار عام انسانی کردار ہی کا کسی نہ کسی اعتبار سے چربہ ہوتا ہے مگر پھر بھی من و عن نہیں ہوتا۔قصے کی کوئی بھی صنف ہو، فن کے تقاضے زندگی کے تقاضوں سے کچھ علیحدہ ہوتے ہیں، فن کی بنیاد ہی تخیل پر ہے،جب کہ عملی زندگی میں تخیل صرف اعلیٰ سطح پر ملتا ہے اور اس کی حیثیت مستزاد کی ہے،یہی وجہ ہے کہ ہمارے اصل کردار قصوں میں کچھ بدلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔افسانوی کرداروں کا خالق انہیں بیان بھی کرتا ہے اور ان کی صورت اظہار کو متعین بھی کرتا ہے،اس طرح افسانوی وجود کو جو حیات ملتی ہے اس کا کوئی گوشہ مخفی نہیں رہتا۔کرداروں کی یہ نقاب کشائی کردار نگار کے تخیل کے بغیر ممکن نہیں۔کشاف تنقیدی اصطلاحات میں کردار کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ درج ذیل ہے:

> ”کہانی کے واقعات جن افرادِ قصّہ کو پیش آتے ہیں انھیں اصطلاح میں کردار کہا جاتا ہے۔ہر ایسی صنفِ ادب میں، جس میں کہانی کا دخل ہو لازماً کرداروں سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔چناں چہ کسی داستان،ناول،افسانے،ڈرامے یا کسی منظوم کہانی پر بحث کرتے ہوئے اس کا ادبی مقام متعین کرنے کی غرض سے ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ اس کے مصنف نے کتنے زندہ کردار تخلیق کیے ہیں اور کردار نگاری کی کیسی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔“[۱]

کردار افسانوی ادب کا جزو ہے اور ایک اچھے ناول،ڈرامے یا افسانے کا انحصار اس بات پر بھی ہوتا ہے کہ اس میں کتنے زندہ اور متحرک کردار پیش کیے گئے ہیں۔کردار سے مراد کوئی انسان یا کوئی ہستی جسے ہم ذی روح فرض کر سکتے ہوں اور سامنا ہونے پر انسانی جذبات پر مبنی معاملہ کر سکیں یعنی اس سے ہمدردی، نفرت، الجھن، محبت وغیرہ ہو سکتی ہے۔ایسی صورت میں جانور، پھول، بھوت، پتھر، مکان وغیرہ بھی کردار کا کام کرتے ہیں لیکن عام طور پر کردار سے مراد انسانی کردار مراد لیا جاتا ہے کیوں کہ غیر انسانی کرداروں میں اتنی پیچیدگی اور بوقلمونی کا امکان نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش کردار کے مفہوم میں جس رائے کا اظہار کیا وہ کردار کی اس خوبی کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کی بدولت کردار اکہرا نہیں رہتا بلکہ پہلودار ہو جاتا ہے وہ کہتے ہیں:

> ”کردار کا مفہوم ذاتی انوکھے رجحانات یا ذاتی ارتباط کا اظہار نہیں بلکہ کردار نگاری کی پہچان ہی اس کی داخلی زندگی کو قرار دیا جو اس کی نفسیاتی، جذباتی زندگی کا بھی اشاریہ ہے۔“[۲]

پیش کش کے لحاظ سے عمومی طور پر افسانے میں دو طرح کے کردار ہوتے ہیں۔ایک مرکزی یا بنیادی کردار اور ثانوی کردار ان کی اہمیت کا دارومدار ان کے عمل پر ہوتا ہے۔مرکزی کردار سب سے اہم ہوتا ہے۔افسانہ نگار کی مکمل توجہ اس پر ہوتی ہے۔مرکزی کردار کے مخالف کردار کو ولن یا(Antagonist) بھی کہا جاتا ہے۔

”سید عابد علی کے مطابق کرداروں کی اہم تقسیم متحرک(Active)اور(Static)جامد ہے۔“[۳] متحرک کردار پلاٹ پر آنے والی تبدیلیوں سے بدلتا ہے اور ان کی انفرادی شخصیت سامنے آتی ہے جب کہ جامد کردار تبدیل نہیں ہوتا۔اس قسم کے کرداروں کو(Flat) کردار اور ٹائپ کردار کہا جاتا ہے۔

افسانے میں واقعہ اور کردار بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔افسانہ انسانی زندگی سے تعلق رکھتا ہے اور انسانی کرداروں کے ذریعے ہم پر اثر انداز ہوتا ہے۔افسانہ ناول سے جس وجوہ پر مختلف ہے ان میں ایک وجہ کرداروں کا کم ہونا بھی ہے۔افسانہ نگار کرداروں کے ذریعے زندگی کے مختلف پہلو سامنے لاتا ہے جس سے کردار کے نہ صرف ظاہری احوال اور اعمال کے ذریعے خارجی زندگی کا نقش ہی پیش نہیں کرتا بلکہ انسانی جذبات و احساسات کی مختلف صورتوں کی عکاسی کر کے

Vol. 7 No.1 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

کردار کے پوشیدہ گوشوں کو بھی سامنے لاتا ہے گویا کہ افسانے کے کردار ہی اس کی دل چسپی اور کشش کا باعث بنتے ہیں۔

ویسے تو ہر کردار کی کہانی میں اپنی ایک جگہ ہوتی ہے۔ مگر کچھ کردار نیکی بدی، اچھائی برائی، مثبت منفی کے سانچوں میں اقدار کے پلڑوں سے گزر کر پہنچ جاتے ہیں اور قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا لیتے ہیں۔

کردار بہت سی قسموں کے ہوتے ہیں اور ہر کردار مختلف صفات اور مختلف کمزوریاں رکھتا ہے جیسے شخصیات میں فرق ہوتا ہے ویسے ہی کرداروں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ افسانہ نگار کے مطابق مختلف کردار مختلف امور انجام دیتے ہوئے کہانی کو مکمل کرتے ہیں۔ کہانی میں ہر کردار ہی نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے چاہے وہ کسی ٹھیلے والے کا ادنی سا کرادر ہو لیکن اخلاقی لحاظ سے کردار دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مثبت کردار دوسرا منفی کردار۔

مثبت کردار اچھی سوچ اور اچھی فطرت کے حامل کردار ہوتے ہیں جن کی ذات بے ضرر ہوتی ہے سوچ نفیس اور فطرت عمدہ ہوتی ہے۔ جو نیک سیرت اور خوش اخلاق ہوتے ہیں اور کہانی پر مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں۔ جب کہ منفی کردار وہ کردار ہیں جن کی سوچ منفی، اخلاق پست اور ظرف گھٹیا ہوتا ہے۔ یہ کردار کہانی اور کہانی کے ہیرو پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں یہ ہیرو کی زندگی میں مشکلات کھڑی کرتے ہیں اور ان کی ذات دوسروں کو ضرر پہنچاتی ہے۔ ایسے کرداروں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ نہ ہی قاری ان کرداروں کو اچھا سمجھتا ہے بلکہ پڑھنے والے کو ایسے کرداروں سے نفرت ہوتی ہے۔ نینسی ہل نے تخلیق کردہ کرداروں کو بے ضرر اور ضرر رساں دو زمروں میں تقسیم کیا ہے۔ نینسی ہل نے منفی کرداروں کی تعریف اس طرح کی ہے:

"جو ذہن یہ بھی تمیز نہ کر سکے کہ وہ کسی کو نقصان کو پہنچا رہا ہے۔"[4]

اب ہم چند منتخب خواتین اردو افسانہ نگاروں کے افسانوں میں منفی کرداوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ جو سندھ سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے افسانوں میں منفی کردار افسانے پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں سندھ کی جتنی بھی افسانہ نگار خواتین ہیں ان کے افسانے اردو ادب میں اعلیٰ پائے کے افسانے کے ہیں۔ سندھ میں رہتے ہوئے سندھی کلچر اور ثقافت کو تو فروغ دیا ہی بلکہ اپنے افسانوں کے ذریعے سے خواتین کے نہایت اہم مسائل قارئین کے سامنے لائے گئے۔ ان کے افسانوں میں جہاں منظر نگاری، جذئیات نگاری، واقعات نگاری اور دیگر خصوصیات اپنی مثال آپ ہیں، وہاں کردار نگاری میں کے میدان میں بھی بہت اچھی کارکردگی دکھائی۔ جہاں مثبت کرداروں یا افسانے کے مرکزی کردار یعنی ہیرو یا ہیروئن کی تصویر کشی کی وہاں منفی کردار بھی افسانے میں جان ڈالنے کے لیے پیش پیش رہے۔ سندھ کی ان خواتین اردو افسانہ نگاروں جن کے افسانوں میں منفی کردار نہایت اہمیت کے حامل رہے اور منفی کرداروں نے افسانوں کی دنیا ہیرو/ہیروئن کی طرح نام پیدا کیا اور لازوال ہو گئے۔ ان میں چند ایک افسانہ نگار خواتین اور ان کے کرداروں کا جائزہ لیتے ہیں جن میں سے ایک افسانہ نگار زاہدہ حنا ہیں۔

زاہدہ حنا ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوئیں۔ ان کا اصل نام زاہدہ ابوالخیر تھا۔ آپ سندھ کی نمایاں حیثیت رکھنے والی شاعرہ، سوانح نگار اور افسانہ نگار ہیں۔ آپ کے بہت سے کالم بھی چھپے اور آپ پاکستان کی مشہور کالم نگار خواتین میں سے ایک ہیں۔ زاہدہ حنا کو بچپن سے ہی لکھنے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ نو سال کی عمر میں انھوں نے کہانیاں اور چھوٹے چھوٹے مضامین لکھنے شروع کیے۔ زاہدہ حنا نے افسانہ نگاری میں بہت نام کمایا۔ ان کے مشہور افسانے "نا کجا آباد"، "زیتون کی ایک شاخ"، پانیوں کے سراب" اور "ابن ایوب کا خواب" ہیں۔ یہ افسانے تاریخی شعور رکھتے ہیں۔ زاہدہ حنا تاریخ کے دھاروں کو خوب جانتی ہے اور تاریخ کو نہ صرف سمجھتی ہے بلکہ اس کا ذہن وسیع ہو چکا ہے۔ وہ معاشرے میں اپنا مقام بنانا اور انسانی حقوق لینا جانتی ہے اور ان کے افسانوں میں خواتین کے کردار باشعور ہیں اور ہر مقام پر مفاہمت کرنے والے نہیں ہیں۔ زاہدہ حنا کے افسانوی مجموعے "قیدی سانس لیتا ہے"، "راہ میں اجل ہے"، "نہ جنوں رہا نہ پری رہی"، "رقص بسمل ہے" اور "تتلیاں ڈھونڈنے والی" ہیں۔ زاہدہ حنا کو ان کی خدمات کے پیش نظر فیض ایوارڈ، ادبی پرفارمنس ایوارد، ساغر صدیقی ادبی ایوارڈ، کے پی ایوارڈ اور سندھ اسپیکر ایوارڈ کے علاوہ سارک لٹریری ایوارڈ بھی حاصل ہوا۔

ان کے افسانوں کے منفی کرداروں میں سے ایک "دلارے خاں" ہے۔ جو ان کے افسانے "زمیں آگ کی، آسماں آگ کا" میں ایک کڑک اور جاندار کردار ہے اور سارا افسانہ اسی کے رعب ودبدبے کے گرد گھومتا ہے۔ دلارے میاں کا مکمل نام "مصطفیٰ علی خان" ہے اور ان کو دلارے میاں بلایا جاتا ہے۔ جنھوں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

نے اپنے ناکام عشق کا بدلہ "شہنشاہ بانو" سے لینے کی ٹھانی جوان کی بیوی تھی۔اس کی محبت ناکام ہوگئی تھی اس لیے وہ شہنشاہ بانو سے شادی پر ناخوش تھا اور اسی وجہ سے اسے خواہ مخواہ تنگ کیا کرتا اور پریشان رکھتا تھا۔اقتباس ملاحظہ ہو:

"شادی کو چند مہینے ہی گزرے تھے،دلارے میاں حسب معمول اس رات بھی دیر سے آئے۔یہ پہلی رات جب ان کے انتظار میں جاگتے جاگتے شہنشاہ بانو کی آنکھ لگ گئی تھی۔کواڑ کھلنے کی آواز کانوں میں پڑی تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں اور لیمپ کی لو کو اونچا کیا۔ مہکتی ہوئی شیروانی کے بٹن کھولتے ہوئے دلارے میاں کی نگاہ ان کی نیندماتی آنکھوں پر پڑی تو آگ بگولہ ہو گیئے اور شیروانی ایک طرف اچھال کر طاق پر سے "بہشتی زیور" اتار لائے۔"۵

دلارے میاں کا کردار ایک کٹھور اور ظالم شوہر کا تھا جو بے حس تھا اور اپنی بیوی پر اپنا حکم ایک باندی کی طرح چلاتا اور اسے اس طرح ڈراتا دھمکاتا کہ وہ ان کی اجازت کے بنا نہ سوتی نہ جاگتی اور نہ ہی گھر سے باہر قدم نکالتی تھی۔

زاہدہ حنا رقمطراز ہیں:

"اماں کی سناؤنی آئی تو وہ رام پور میں بیٹھی اپنے مجازی خدا کی دوسرے شہر سے واپسی کا انتظار کرتی رہیں۔اس کی اجازت کے بغیر گھر سے قدم نہیں نکالا جاسکتا۔دلارے میاں میرٹھ سے گھر واپس آئے تو اماں کے تیجے کو دو دن گزر چکے تھے۔"٦

جب شہنشاہ بانو کے ابا کا انتقال ہوا تو دلارے میاں کو ابا کا کوئی غم نہ تھا بلکہ ابا کی جائیداد سے اپنی بیوی کا شرعی حصہ نکلوانے کے درپہ تھا اور اس مقصد کے لیے شہنشاہ بانو سے بھی زبان درازی کرتا اور اس سے لڑتا جھگڑتا رہتا۔جبکہ وہ ان کی زندگی میں بھی اپنے سسر کے پیسوں سے عیاشیاں کرتا رہا لیکن اس کو احساس نہ تھا ۔شہنشاہ بانو نے اپنی ساری زندگی اسی کے ظلم و ستم سہتے گزار دی پھر دلارے میاں نے دوسری شادی کر لی اور اسے طلاق دے دی۔طلاق کے بعد بھی شرعی حقوق کے مقدمے چلتے رہے مگر دلارے میاں کی دم ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہی اور وہ سدا بے حسی میں ہی جیتا رہا۔

زاہدہ حنا کے افسانے "جسم و زباں کی موت سے پہلے" میں ایک خواجہ سرا کا منفی کردار قابل ذکر ہے۔خواجہ سراؤں ایک کا گروہ ہوتا ہے اور وہ اپنے جیسوں کی تعداد میں اضافہ کیسے کریں کے متعلق سوچتے رہتے ہیں۔وہ بچے اٹھاتے اور ان کو ذلیل وخوار کرتے مارتے اور ان کو اپنی طرح کے کام کرنے پر مجبور کرتے ۔اس افسانے میں نہ اس سردار خواجہ سرا کا نام سامنے آیا نہ ہی اس کے ساتھی کرداروں کا نام لیا گیا۔افسانے میں عباس انہی خواجہ سراؤں کے ہاتھوں اغواہ ہوا۔اسے بہت مارا گیا، بھوکا پیاسا رکھا گیا اور اس پر ہر طرح کا ظلم کیا جاتا رہا اور آخر تک اسے آزادی نہ مل سکی۔زاہدہ حنا اس پر ہونے والے ظلم بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"لٹاد و حرام زادے کو۔کمرے میں ایک غیر انسانی آواز گونجی اور عباس کا سارا بدن تن گیا۔اس نے مزاحمت کرنی چاہی لیکن انہوں نے اسے پلک جھپکتے میں زمین پر گرا لیا۔وہ اس کا منہ چیرنا چاہ رہے تھے اور وہ ان کی انگلیون کو،ان کے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹ رہا تھا۔یہ ہمارا دیا ہوا پانی نہیں پیتا۔عباس کے کانوں میں تحقیر آمیز آواز آئی۔"٧

زاہدہ حنا کی طرح شہناز شورو کو بھی کردار نگاری کے فن میں مرقع حاصل ہے۔شہناز شورو ۱۹۶۹ء میں میرپور خاص(سندھ) میں پیدا ہوئیں۔انگریزی اور اردو ادب میں ماسٹر کیا شہناز شورو بہترین افسانہ نگار ہیں اور ان کی تحاریر منفرد اسلوب رکھتی ہیں۔ان کے افسانے ماہنامہ صدید، پہچان،تسطیر اور سمبل میں شائع ہوتے رہے۔افسانوں کے علاوہ مضامین بھی لکھے۔مرزا قلیچ بیگ کی سوانح اور شاہ لطیف کے مضامین کے تراجم کیے۔شہناز شورو کے افسانوی مجموعے 'لوگ'، 'لفظ اور انا'، اور 'زوال دکھ' شائع ہو چکے ہیں۔ان کے افسانوں میں منفی کردار کا جائزہ لیا جائے تو ان کا افسانہ "قدرت کے بچے" قابل ذکر ہے کیونکہ وہ منفی کرداروں سے بھرا ہوا ہے۔افسانہ میں ایک خاتون کی کہانی ہے جس کا نام سارہ تھا۔جو ایک ڈیوڈ نامی شخص کی بیوی تھی۔اس افسانے میں جہاں منفی کردار ڈیوڈ کا ہے وہاں سارہ کا بھی قصور و منفیت افسانہ نگار نے سامنے رکھی۔دونوں میں بچے کی پیدائش کو لے کر نوک جھوک رہتی سارہ بچہ پیدا کرنا چاہتی تھی اور ڈیوڈ اسے اس حق سے محروم کیے ہوئے تھا۔شہناز شورو لکھتی ہیں:

"مجھے بچہ نہیں چاہئیے۔یہ ڈیوڈ کی ضد تھی۔سارہ کی ضد یہ نہیں تھی کہ اسے بچہ چاہیئے بلکہ اس کا غصہ تھا کہ کیوں نہیں

چاہیئے ؟ڈیوڈ تھوڑے بہت لفظوں کے ہیر پھیر سے یہ ہی جملے بولتا کہ ۔۔۔اس نے آج تک کوئی رول ماڈل تک نہیں دیکھا
اور یہ کہ اسے باپ کے تصور سے ہی نفرت آتی تھی۔"۸

سارہ کا قصور بتاتے ہوئے شہناز شورو لکھتی ہیں کہ سارہ نے اپنی اس ضد کی خاطر ڈیوڈ سے جارحانہ رویہ برتا۔اسے طعنے دیے اپنے تعلق کو سستے جذبات کا نتیجہ اور ڈیوڈ کو جنسی لذت کا اسیر کہا اور اسے خود سے دور کر دیا۔اور جب ڈیوڈ اس سے دور جا چکا تو اپنی ضد کی تکمیل کے سپرم ڈونرز کی تلاش کی اور سپرم ڈونرز کے زریعے سے اولاد پیدا کی۔اور اپنی ضد کی تکمیل کے لیے ڈیوڈ کو کھو دیا۔

شہناز کے ہاں نسوانی کردار معاشرے کے زندہ اور حقیقی کردار ہیں ان کے لب ولہجے میں بعض اوقات جذبات انگیزی اور رقت آفرینی بھی اپنی صنف کے نمائندہ کے طور پر مسلسل متحرک ہیں۔سماج کی ناہمواریوں اور ان پر شدید احتجاج شہناز شورو کے افسانے کا طاقت ور رجحان ان کے ہاں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرات اور سر اٹھا کر جینے کی ہمت ہے۔

منفی کرداروں کا ذکر ہو رہا ہو تو سندھ کی معروف افسانہ نگار "رئیس فاطمہ "کا تذکرہ واجب ہے۔رئیس فاطمہ ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوئیں۔انھوں نے ادب کی مختلف جہتوں پر کام کیا۔ایک ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ افسانہ نگاری، کالم نگاری اور سفر ناموں کے ساتھ ساتھ بچوں کے ادب کو بھی ذریعۂ اظہار بنایا۔گلاب زخموں کے، آدھا انسان، بے چہرہ لوگ اہم ہیں

اس کے افسانے "فصل گل کا ماتم "کا منفی کردار چوہدری امیر علی کو کیسے بھلایا جا سکتا ہے۔افسانے میں امیر علی ایک بہت بڑا زمیندار ہے اور سب اسے چوھدری جی کے نام سے جانتے ہیں۔چوہدری ایک شادی شدہ فرد تھا مگر اس کے باوجود اس نے ریشماں نامی لڑکی کو دھوکہ دیا۔اس سے محبت کے دعوے کرتا اور اس کا تنہائی میں استعمال کرتا رہا۔جب ریشماں اس کے ناجائز بچے کی ماں بننے والی ہوئی تو اس نے امیر علی کے آگے ہاتھ جوڑے اور اسے اس کا وعدہ یاد دلایا کہ اس نے شادی کا وعدہ کیا تھا۔ریشماں کے والد نے بھی اسے گھر سے نکال دیا تو وہ تڑپ کر بڑی چودھرائن کے پاس آئی اور گڑگڑا کر اپنے لیے انصاف مانگا۔مگر امیر علی نہایت ظالم اور سفاک ثابت ہوا۔اس کی منفیت اور اندر کے گھناؤنے پن کو تحریر کرتے ہوئے "رئیس فاطمہ "نے بہت سادہ اور سلیس الفاظ استعمال کیے ہیں اور واضح کیا ہے کہ امیر علی جتنا بڑا زمیندار تھا سوچ اور ظرف میں اتنا ہی چھوٹا اور ارادوں کا ناپاک تھا۔رئیس فاطمہ رقم طراز ہیں :

> "بڑی چوہدرانی نے نوکر کو اشارہ کیا اور ریشماں کو گھسیٹتا ہوا دروازے تک لے گیا کہ اسی اثناء میں امیر علی کہیں حویلی کے اندر سے آنکلا اور اچانک اس نے تیزاب کی بھری بوتل ریشماں کی طرف پھینکی جس کے پھٹنے سے اس کا تیزاب نکل کر ریشمان کے جسم کے مختلف حصوں کو جلا گیا، ملازم نے آنا فاناً اسے دروازے سے باہر پھینکا اور خود ایک کونے میں دبک گیا، تیزاب کی اذیت نے ریشماں کی چیخوں کو بلند کر دیا اس نے چیختے اور روتے ہوئے بد دعا دی۔'امیر علی تو نے مجھے دھوکا دیا ہے تو نے اپنی اولاد کو ماننے سے انکار کیا ہے۔خدا کرے تو کبھی باپ نہ بن سکے تو ہمیشہ بچوں کے لیے ترسے۔اللہ تیرا آنگن سونا رکھے،اٹھا کر کہیں پھینک آؤ حرامزادی کو جہاں اس کی آگ بجھ سکے۔امیر علی نے متکبرانہ لہجے میں کہا۔"۹

جب اس کی چودھرائن یعنی پہلی بیوی سے اولاد نہ ہوئی تو دوسری شادی اس کی چچازاد سے کروادی گئی۔جب پھر سے اللہ پاک نے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا تو چوھدری امیر علی کو سکینہ بھا گئی اور اسے دلہن بنالایا۔مگر تینوں سے بھی کوئی اولاد نہ ہو سکی نہ چوہدری میں کوئی نقص تھا اور نہ ہی اس کی بیویوں میں علاج کرواتے رہے مگر کچھ حاصل نہ ہو سکا۔پھر چوہدری کو احساس ہونے لگا کہ اس کو بد دعا لگ گئی ہے اور اس نے غلط کیا ہے وہ گم صم رہنے لگا تھا۔

جہاں چوہدری کا کردار منفی تھا دھوکہ دینے کے بعد تیزاب پھینکنا اور گھر سے لاوارث کسی خاتون کو مرنے کے لیے چھوڑ دینا سراسر ناانصافی تھی۔وہاں بڑی چودھرائن کا کردار بھی منفی رہا ہے جس نے ریشمان کو مارنے کے پیسے اس کے خاص نوکر شکورے کو دیے اور ریشماں اور اس کے والد کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

رئیس فاطمہ کا افسانہ "آئینہ" کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں وحید کا کردار منفی ہے اور معاشرے کے لالچی اور گھٹیا لوگوں کی عکاسی کرتے ہیں جو پھوہڑ اور بے کار ہوتے ہیں اور محنت سے کمانا جاننے کی بجائے بیوی پر زور زبردستی کرتے ہیں اور ڈرا دھمکا کر اپنے سسرال سے پیسے نکلواتے ہیں۔ وحید کا کردار بھی ایسا ہی کردار ہے جو امینہ کا شوہر تھا اور کمانے کی بجائے فارغ روٹیاں توڑتا تھا اور اس کا قصوروار امینہ کو کہلاتا کہ اس نے بیٹیاں پیدا کی ہیں تو وہ کس کے لیے کمائے۔

رئیس فاطمہ رقم طراز ہیں:

"شادی کے بعد جب اوپر تلے دو بیٹیاں ہوئیں تو اس نے واویلا کرنا شروع کر دیا، اسے بیٹا چاہیئے تھا ورنہ اس کی نسل کیسے چلتی، پھر وہ دفتر سے لمبی لمبی چھٹی کرنے لگا، پرائیویٹ نوکری تھی جلد ہی جواب مل گیا۔ اب اسے پلنگ توڑنے اور بیوی سے لڑنے کے سوا کوئی کام نہ تھا، امینہ جب بھی نوکری کرنے کو کہتی وہ چلا کر کہتا "کس کے لیے کماؤں تو تو بیٹیاں پیدا کیے جا رہی ہے اور اس وقت تک لڑتا رہتا جب تک امینہ باپ کے گھر سے کچھ روپے نہ لے آتی۔"۱۰

ایک اور مقام پر لکھتی ہیں:

"پھر جب امینہ نے کسی بھی قیمت پر مائیکے جانے سے انکار کر دیا تو وحید نے گالی دے کر کہا "سالی جب تک بیٹیاں تھیں تو چلی جاتی تھی، جب سے بیٹا ہوا ہے بہت اکڑنے لگی ہے"۔۔ بات پھر بھی نہ بنی تو وہ امینہ کو مارنے دوڑا، وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئی، سفینہ کونے میں دبکی سہمی ہوئی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اچانک وحید نے بیوی کے بال پکڑ لئے اور چوٹی کو جھٹکا دیا۔"۱۱

پھر اس نے اپنی بے حسی کی حد کر دی امینہ کو طلاق دی اور اس کا اکلوتا بیٹا راشد اس سے چھین کر اپنے ساتھ لے گیا اور اسے زندگی بھر کے لیے بیٹیوں کے ساتھ تنہا جینے کے لیے چھوڑ دیا۔

پھر اسی افسانے "آئینے" میں داؤد کا کردار بھی منفی بتایا گیا جو وحید کا بیٹا "راشد" ہی تھا جس کا نام بدل کر اس نے وحید کر دیا تھا اور وحید کی تربیت اس طرح کی کہ اسے زمانے میں کوئی عورت اچھی نہ لگتی اور نہ ہی وہ عورت کی عزت کر سکتا تھا، اس کی بہن سفینہ جب اسی بینک میں نوکری کرنے آئی جس میں وحید کام کرتا تھا تو دونوں ایک دوسرے کو پہچانتے نہ تھے۔ وحید سفینہ سے بہت حسد کرتا اور اس کے بارے میں غیبت چغلی کرتا رہتا اور اسے اپنے رویے سے پریشان رکھتا تھا اور ظاہر کرتا کہ وہ ورکنگ وومین کی عزت نہیں کرتا یہ سب اس کے باپ کی دی ہوئی تربیت کی وجہ سے تھا۔

"بالکل۔۔۔ عورت کی اصل دنیا کچن اور گھر ہی ہے باہر آ کر عورت فاشی پھیلاتی ہے

داؤد نے اپنے بڑے بڑے دانت نکال کر کہا

کیا بک رہے ہیں آپ؟ کچھ احساس ہے آپ کو "اچانک سفینہ غصے سے پھٹ پڑی۔

"جہاں نشیب ہوتا ہے وہیں پانی گرتا ہے" داؤد نے پھر وار کیا

"کیا مطلب ہے آپ کا "ذرا وضاحت تو کیجئے" سفینہ نے دوبارہ کہا۔

لیکن داؤد جواب دینے کی بجائے معنی خیز مسکراہٹ سے سب کو دیکھتا ہوا واش روم کی طرف چل دیا۔"۱۲

پھر اس قسم کی حرکات کے بعد داؤد سفینہ کے خلاف دفتر میں غلط باتیں پھیلاتا ہے اس پر تہمتیں لگاتا اور دفتر میں مشہور کر دیتا ہے کہ سفینہ شوہر کی غیر حاضری میں جنسی بے راہروی کا شکار ہے اور اس کے گھر میں لوگوں کو آتے جاتے دیکھا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے دفتر میں سفینہ کی عزت خراب ہوئی سفینہ تک یہ بات پہنچی تو اس نے کلئیر کرنے کے لیے داود کے گھر جاتی ہے تو اسے معلوم ہوا کہ داؤد اصل میں اس کا بھائی راشد ہے، یہ جان کر راشد اپنی بہن سے معافی مانگتا ہے مگر سفینہ اسے معاف نہیں کرتی۔

نسیم انجم بھی ایک مایہ ناز افسانہ نگار تھیں۔ ادبی دنیا میں نسیم انجم کا نام معروف ہی نہیں معتبر بھی ہے۔ عرصہ دراز سے قلم و قرطاس سے وابستہ ہیں۔ صحافت و تدریس سے وابستہ افسانہ نگار، ناول نگار، تنقید نگار، مترجم اور کالم نگار کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعے ''قطرہ قطرہ زندگی ہے''،

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

’’دھوپ چھاؤں‘‘، ’’آج کا انسان‘‘ اور ’’گلاب فن‘‘ مشہور ہیں۔ان کے افسانوی مجموعے ’’گلاب فن‘‘ کا سندھی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔اور ان کے افسانے منظر نگاری اور کردار نگاری کی عمدہ مثال ہیں۔ نسیم انجم کے افسانے "کیا وہ مرگئی" کا ایک منفی کردار "مظہر" ہے۔جو غریب تو ہے ہی مگر لالچی بھی ہے اور اسی لالچ کے عالم میں وہ اپنی بیوی "نگینہ "کا علاج مکمل طور پر نہیں کروا پار ہا تھا جو سرطان کی مریضہ تھی۔

"بولو! میں کیا کر سکتا ہوں، ڈاکہ ڈالوں چوری کروں، تمہیں اچھی طرح یہ بات معلوم ہے کہ سب ذرائع آزما چکا ہوں، اب کوئی قرض دینے کو بھی تیار نہیں۔‘‘۱۳

اس کے بعد نسیم انجم اس کا لالچی پن اور منہ پھٹ ہونا یعنی منفی رویہ اس کے مکالمے سے واضح کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں:

"اور وہ تمہارے بے غیرت بھائی، موٹی بھینس جیسی ماں، دولت کی تجوری پر سانپ کی طرح پھن پھیلائے بیٹھی ہے، اسے پالی بیٹی کا ذرا احساس نہیں اور باپ بھی تمہارے لیے تو ناکارہ ہے، کام کا نہ کاج کا، ڈھائی سیر اناج کا، بڑا پارسا بنا پھرتا ہے اپنے آپ کو سالک کے درجے تک لے جانے کے لیے دنیا تیاگ کر بیٹھا ہے۔‘‘۱۴

اس افسانے "وہ مرگئی "میں آخر تک نگو کے علاج کی طرف اس کے شوہر نے توجہ نہ کی۔علاج تو دور اسے خون کی کمی تھی اور وہ نہ ہی اسے خون دے سکا نہ لگوا سکا وہ محبت کے دعوے بھی کرتا تھا مگر جب محبت نبھانے کا وقت آیا تو وہ نبھانے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا اور اپنی بیوی کو تڑپتا ہوا مرنے کے لیے چھوڑے رکھا اور بالآخر وہ مرگئی۔اس افسانے میں مظہر کے علاوہ اس کی بڑی بہن کا کردار بھی منفی ہے جسے سب آپا کہتے تھے۔آپا اپنے بھائی مظہر کے ہمیشہ کان بھرتی اور اپنی بھابھی کو کلموہی جیسے الفاظ سے یاد کرتی تھی۔وہ اپنے بھائی کو اس سے پیچھا چھڑانے کا کہتی رہتی بلکہ بہت دفعہ تو اس نے اس کو اسے چھوڑ کر دوسری شادی کا مشورہ دیا اور آخر اس کے لیے ایک امیر گھرانے سے رشتہ ڈھونڈ رکھا جس پر لالچی مظہر بھی تھوڑا تھوڑا متفق دکھایا گیا۔

نسیم انجم کے افسانے "لذت غم "میں افضل ایک نفسیاتی مریض ہے جو بچپن میں فوتگیوں اور ماتم کو دیکھا اس وقت تو صدمہ پہنچا مگر وہ موت فوت اور حادثات اور آہ و بکا میں لذت محسوس کرتا اور اکثر سوچتا کہ کوئی نہ کوئی مر جائے، جہاں کہیں فوتگی ہوتی وہ آہ و بکا کا لطف اٹھانے پہنچ جاتا۔

"اور گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر واقعات یاد کرتا اور کسی نئے حادثے کے جنم لینے کی خواہش کروٹ بدلتی، کوئی گھر میں ہی مرجائے۔‘‘۱۵

اکثر قبرستان جاتا رہتا اور وہاں قبروں کے کتبے بھی پڑھتا اور موت کو بھی یاد کرتا مگر افضل اس قدر کچے ذہن کا آدمی تھا اپنی بیوی سامعہ پر جادو کراتا تھا۔وہ ایک بابا کے ہتھے چڑھ گیا تھا اور اسے اپنے گھر کے لڑائی جھگڑوں کا بتایا تو اس نے سامعہ پر جادو کرنے کے لیے عمل بتایا۔افضل قبر میں اتر کر وہ عمل کرتا جس سے سامعہ تکلیف میں رہتی۔افضل کے جسم سے آنے والی خوشبو کے بارے میں سامعہ روز پوچھتی مگر وہ نہ بتاتا یہ وہ خوشبو تھی جو افضل عمل کے دوران لگایا کرتا تھا۔بالآخر سامعہ کی تکلیف بڑھتی گئی اور افضل سے دیکھا نہ گیا۔تو جب وہ بابا سے اس متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ وہ عمل بند کرنا چاہتا ہے تو سامعہ نے اس کی فون پر ہونے والی یہ گفتگو سن لی اور ساری رات سوچ میں گزاری کہ وہ کیا کرے افضل سے طلاق لے یا کون سا قدم لے بالآخر اس نے فیصلہ کر لیا اور اگلی صبح افضل کی وہ سم توڑ دی جس سے وہ بابا جی سے بات کرتا تھا اور افضل سے کہا کہ بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر کرنا چاہیئے سامعہ نے افضل کو بتایا کہ وہ فیصلہ کر چکی ہے کہ تمہارا علاج کسی اچھے سائیکاٹرسٹ سے کروائے گی۔

ڈاکٹر صفیہ بانو اردو ادب میں اعلیٰ مقام رکھتی ہیں اور ان کے بہت سے افسانے، مضامین اور دیگر ادبی خدمات قابل تحسین ہیں۔ان کا ایک مشہور افسانہ "عذاب" ہے۔جس کے آغاز میں ہی وہ لڑکی ناہیدہ کو لگی ہوئی آگ کے متعلق بتاتی ہیں۔اچانک اس روز مجھے بہت بے چینی ہونے لگی۔میں سمجھ نہیں پارہی تھی کہ آخر کیا ہونے والا ہے؟اس سے پہلے کہ میں کچھ جاننے کی کوشش کرتی کہ پڑوسی قریشی جمال کی امی کے چیخنے کے آواز سنائی دی۔وہ بار بار بچاؤ بچاؤ، ارے میری بیٹی کو بچاؤ۔۔۔دیکھتے ہی دیکھتے ناہیدہ آگ کی لپیٹوں میں پوری طرح جھلس گئی آخر کار ناہیدہ آگ کی لپیٹوں میں کیسے آئی؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ادھر ناہیدہ کی امی بے ہوش ہو کر گر گئیں ادھر ناہیدہ کو ہسپتال لے جایا گیا لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ناہیدہ کی موت ایک سنسنی خیز موت بن کر رہ گئی۔۱۶ اس افسانے کا

دوسرا منفی کردار سلیم تھا۔ جو رشید نامی شخص کا ماموں تھا۔ رشید کے ماموں اپنی بیٹی کا رشتہ رشید سے نہ ہونے پر رشید کو قتل کروادیا اور اسے حادثے کا نام دیا۔ ڈاکٹر صفیہ بانو بیان کرتی ہیں:

"رشید کے ماما جی عرف سلیم خان جو اپنی لڑکی نازیہ کا رشتہ رشید سے کروانا چاہتے تھے مگر رشید نے نازیہ کو ناپسند فرمایا۔ یہ بات اس کے ماما جی کو ناگوار گزری اور انہوں نے ہی ترکیب لڑاتے ہوئے اس کی گاڑی کے بریک فیل کروادیے تاکہ وہ ایک حادثہ سمجھا جائے، اس کام کے لیے مکینک کو رشید کے ماما جی نے دس ہزار نقد رقم دیے تھے۔"۱۷

سلیم کے بعد تیسرا منفی کردار نسیم آپا کا تھا جو اپنی مالکن کی بیٹی سے حسد کرتی تھی جو اس کی بیٹی نعیمہ سے دو دو سال بڑی تھی۔ نعیمہ کو والد کی محبت نہ ملی تو ناہیدہ کی ماں نے نعیمہ کو پال پوس کر بڑا کیا اور اپنی بیٹی ناہیدہ جتنی محبت دی لیکن نعیمہ کی ماں نسیم آپا جو کام کرنے والی تھی ناہیدہ سے جلتی اور اپنی بیٹی کو وہ ہر خوشی دینا چاہتی تھی جو ناہیدہ کے پاس تھی تو اسی حسد کی آگ میں اس نے ناہیدہ کا قتل کردیا اور آخر میں سزا پائی۔ صفیہ بانو سلیم آپا کے جرم کا اعتراف اس طرح کرواتی ہیں:

"میں اس روز باورچی خانے میں گئی اور گیس کی پائپ نکال کر وہاں سے بازار کا بہانہ کر کے چلی گئی۔ مجھے معلوم تھا کہ ناہیدہ کو چائے کی طلب ہو رہی تھی جیسے ہی وہ باورچی خانے میں گھسی اور گیس کی چابی چلائی تو آگ نے اُسے پکڑ لیا۔ اور بس مجھے معاف کردو، میں برسوں سے اسی عذاب میں جھلس رہی ہوں کہ میں نے جو ناہیدہ کے ساتھ کیا وہ صحیح نہیں تھا۔"۱۸

اردو افسانہ نگاری کا آغاز تو اٹھارھویں صدی میں ہی ہو گیا تھا لیکن اس صنف کو باقاعدہ عروج انیسویں صدی میں ملا۔ پھر اس کے بعد دورِ جدید کے افسانہ نگاروں نے اسے جدت کی راہ سے ہمکنار کیا اور جدت طرازی سے نوازا۔ وہیں خواتین افسانہ نگار اپنی طرف سے بھرپور محنت کرتی ہیں کہ افسانے کی صنف پر کام بھی کریں اور اس صنف کو معاشرے کی اصلاح کے لیے بھی استعمال کریں۔ سندھ کی درج بالا معروف و مقبول افسانہ نگاروں نے معاشرے اور زمانے کی عکاسی بڑے خوبصورت انداز میں کی اور بہترین اسلوب کے ساتھ منفرد انداز میں زمانے کا نئے سے نیا رنگ دکھایا۔ کل ملا کر کوئی موضوع نہ رہ گیا جس پر بات نہ ہو سکی اور کسی انسان کا چہرہ نہ رہ گیا جس سے پردہ نہ اٹھا ہو۔ خواتین افسانہ نگاروں نے ان سچائیوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے جن کو عام ذہن قبول کرنے کو تیار نہیں۔ آئے روز کسی نہ کسی کو ایسی صورتحال کا سامنا ہوتا ہے جسے افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں پیش کر کے ان حقیقتوں سے روشناس کرایا۔ سندھ کی خوش قسمتی ہے کہ اس کی مٹی میں ایسے قیمتی خزانے پوشیدہ ہیں جو نہ صرف سندھ کو بلکہ پورے پاکستان کے علاوہ پوری دنیا میں اپنے فن کو لفظوں کے جواہر سے مالا مال کیے ہوئے ہیں۔

تجزیہ:

افسانہ میں کردار ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، جس کے کردار منفرد اور پختہ ہوں وہ ہی درست معنوں میں بہترین افسانہ نگار کہلانے کا مستحق ہے۔ کردار کا مطلب شخصیت اور اس کے مثبت یا منفی پہلو سے ہے اور افسانوں میں منفی کردار ہی مثبت کردار کو واضح کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اکثر افسانہ نگاروں کا مقصد ہوتا ہے کہ وہ کہانی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سیکھ اور تعلیم بھی دیں اور اس مقصد کو حل کرنے کے لیے ان کو افسانے میں منفی کردار اور ان کا انجام بتانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ظلم کی وضاحت اور مظلوم کو واضح کرنے کے لیے ظالم کا کردار نمایاں کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے افسانہ نگاروں کے مثبت کردار اتنے مشہور نہ ہو سکے جتنے ان کے منفی کردار معروف ہوئے، یہاں ہم نے سندھ کی چند منتخب افسانہ نگار خوا تین کو چنا اور ان کے افسانوں میں منفی کرداروں کا جائزہ لیا اور الگ الگ افسانہ نگار کے منفی کردار کو زیر بحث لائے۔

سندھ کی ان افسانہ نگار خواتین کے افسانوں اور ان کے منفی کردار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زیادہ تر افسانوں کے منفی کردار کسی خاتون کا شوہر ہی ہوا اور اگر شوہر نہیں تو کوئی دوسرا مرد یا پھر عورت ہی سوتن، ساس، نند یا کسی بھی اور روپ میں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف معاشرتی ناہمواریوں کی وجہ سے مرد و عورت منفی رویوں کا شکار ہوئے اور اس کے تقاضوں کے جبر کے تحت ہماری افسانہ نگار خواتین نے ایسے کردار پیش کیے جو سوسائٹی میں موجود تھے۔ عورت کی تخلیقیت بہت جلد اپنا رنگ دکھانے لگتی ہے اور یہی افسانہ نگار انھی کرداروں کے ذریعے ان کے مسائل کی عکاسی کرنے لگتے ہیں۔ گھریلو زبان میں عورت کے جملے

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

ہمیشہ زیادہ کاٹ دار ہوتے ہیں کیوں کہ اس کے پاس اختیار کم ہوتا ہے اور کچھ نہ کر سکنے کی کمی کچھ کہہ کر ہی پوری کرنے کا انداز اس کی لسانی ساخت میں شامل ہو گیا ہے۔ منفی کرداروں میں نسائی محاورے اور جملے کی ساخت عورت کے ہاں مرد سے مختلف ہے۔

مشرقی خواتین کو داخلی و خارجی زندگی کا جو تجربہ اور مشاہدہ میسر آیا اس نے ان کی تخلیقیت اور تہذیبی شعور کے ساتھ مل کر جب کردار تخلیق کیے سمجھ لیں کہ روزن سے جہاں کا نظارہ کرنے والی آنکھ کی بصارت و بصیرت کی گواہی کو مجسم کر دیا۔ ہمیں زہدہ حنا اور شہناز شورو اور دیگر خواتین اردو افسانہ نگاروں کے ہاں ایسے مثبت اور منفی کردار مل جاتے ہیں جن کی بصارت پر بھروسہ کر کے ہم عورت کے ظاہر و باطن کی ان گنت صداقتوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

منفی کرداروں کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو طبقہ اشرافیہ پر تنقید اور انھی پر آسائش دنیا میں گم رہنے کے رویے پر طنز کا اظہار خواتین کے ہاں نمایاں ہے۔ اسی تناظر میں عورت کے منفی کردار کی پیش کش کو حقیقت کے اظہار کی خوش آئند صورت قرار دیا جا سکتا ہے۔ عورت کی زندگی پر عورت کے منفی اثرات اور خود عورت اپنی غلطیوں پر توجہ نہیں دیتیں بلکہ مردوں کو عورت کے تمام مصائب کا ذمہ دار ٹھہراتی ہیں۔ تاہم بعض خواتین افسانہ نگار مردانہ بالادستی کے مسئلے کا شکار نہیں بلکہ وہ خود عورت کے منفی رویے سے پیدا ہونے والی مشکلات کو سامنے لاتی ہیں۔

سندھ کی اردو خواتین افسانہ نگاروں کے افسانوں کے مطالعے سے ان کی خود اعتمادی، قابل تحسین تحریریں ان کی پہچان ہیں کہ انھوں نے افسانہ نگاری میں کس قدر مہارت سے کام کیا اور یوں معاشرے اور سماج کی عکاسی کرتے ہوئے خواتین کی راہ میں آنے والی معاشی، سماجی، معاشرتی رکاوٹوں کا تذکرہ کیا اور ایک پیغام دیا کہ خواتین کو اپنے حقوق کی جنگ آخری دم تک لڑنی چاہیے اور مرد حضرات سے ڈرنے کی بجائے اپنے حق کے لیے خود قدم آگے بڑھائیں اور عزت سے زندگی بسر کریں۔ ان افسانہ نگار خواتین کے اسلوب کی بات کی جائے تو افسانے نہایت دلچسپ اور تجسس کے عنصر سے بھرپور ہیں اور انوکھے انداز میں دلچسپ مکالمے کے ساتھ نہایت سادگی سے لکھے گئے ہیں جن میں دقیق الفاظ کا استعمال کم ہے بلکہ آسان فہم مکالمے زیادہ ہیں۔ نیز ادب میں ان افسانہ نگاروں کی اہمیت اور ان افسانہ نگار خواتین کے فن اور ان کی ادبی خدمات کی اہمیت سے قطعی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حواشی:

۱۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز (مرتب)، ''کشاف تنقیدی اصطلاحات''، (نظر ثانی، ڈاکٹر آفتاب احمد)، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۴۸۔

۲۔ سلیم آغا قزلباش، ڈاکٹر، ''جدید اردو افسانے کے رجحانات''، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۲۰۔

۳۔ سید عابد علی عابد، ''اصول انتقادیات''، (لاہور: سنگ میل، ۱۹۹۷ء)، ص ۵۰۸۔

۴۔ Nancy Hale , The realities of fiction , Boston little brown , Americana, 1962,page 50

۵۔ زاہدہ حنا، ''زمین آگ کی آسمان آگ کا''، مشمولہ، ''راہ میں اجل ہے''، (دہلی: تخلیق کار پبلشرز، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۴۔

۶۔ ایضاً، ص ۱۷۴۔

۷۔ ایضاً، ص ۷۵۔

۸۔ شہناز شورو، ''قدرت کے بچے''، مشمولہ، ''زوال دکھ''، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۵ء)، ص ۸۳۔

۹۔ رئیس فاطمہ، ''فصل گل کا ماتم''، مشمولہ، ''آدھا آسمان''، (کراچی: نوبہار پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)، ص ۳۔

۱۰۔ رئیس فاطمہ، آئینہ، مشمولہ، ''آدھا آسمان''، (کراچی: نوبہار پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)، ص ۵۴۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۵۷۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

۱۳۔ نسیم انجم،کیا وہ مرگئی،مشمولہ،''قطرہ قطرہ زندگی''،(کراچی:الحمد پبلی کیشنز،۲۰۱۰ء)،ص۷۶۔

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ نسیم انجم،لذت غم،مشمولہ،''قطرہ قطرہ زندگی''،(کراچی:الحمد پبلی کیشنز،س ن)،ص۸۹۔

۱۶۔ صفیہ بانو،ڈاکٹر،عذاب،مشمولہ،'' چھوٹی سی بات''،(کراچی:نوبہار پبلی کیشنز،۲۰۱۰ء)،ص۹۸۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ ایضاً۔

کتابیات:

۱۔ انوار احمد،ڈاکٹر۔اردو افسانہ ایک صدی کا قصّہ۔ملتان:کتاب نگر پبلی کیشنز،۲۰۱۷ء۔

۲۔ بیگ،مرزا حامد،ڈاکٹر۔افسانے کا منظر نامہ۔کراچی:سٹی بک پوائنٹ پبلی کیشنز،۲۰۲۲ء۔

۳۔ حفیظ صدیقی،ابوالاعجاز(مرتب)۔کشاف تنقیدی اصطلاحات۔اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۵ء۔

۴۔ رئیس فاطمہ۔آدھا آسمان۔کراچی:نوبہار پبلیکیشنز،۲۰۰۵ء۔

۵۔ زاہدہ حنا۔راہ میں اجل ہے۔دہلی:تخلیق کار پبلشرز،۱۹۹۵ء۔

۶۔ شہناز شورو۔ زوال دکھ ۔فیصل آباد:مثال پبلشرز،۲۰۰۵ء۔

۷۔ صفیہ بانو،ڈاکٹر۔چھوٹی سی بات۔کراچی:نوبہار پبلی کیشنز،۲۰۱۰ء۔

۸۔ طاہرہ اقبال۔پاکستانی اردو افسانہ سیاسی و تاریخی تناظر میں۔لاہور:فکشن ہاؤس،۲۰۱۵ء۔

۹۔ عابد،عابد علی،سید۔اصول انتقادیات۔لاہور:سنگ میل،۱۹۹۷ء۔

۱۰۔ قزلباش،سلیم آغا،ڈاکٹر۔جدید اردو افسانے کے رجحانات۔کراچی:انجمن ترقی اردو پاکستان،۲۰۰۰ء۔

۱۱۔ نسیم انجم۔قطرہ قطرہ زندگی۔کراچی:الحمد پبلی کیشنز۔

۱۲۔ نورین رزاق،ڈاکٹر۔پاکستانی خواتین افسانہ نگار۔لاہور:دستاویز مطبوعات پبلی پبلشرز،۲۰۱۶ء۔

۱۳۔ Nancy Hale , *The realities of fiction* , Boston little brown , Americana, 1962